تعارف کتب

(عبد الحمید)

اللہ کی بادشاہت | مؤلفہ: پرنس سعید حلیم پاشا صفحات ۱۶۸۔ ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت کچہری۔ لاہور۔

کتاب کا مصنف ان یگانہ روزگار ہستیوں میں سے ہے جنہیں قسام ازل نے تجدید و اصلاح دین کے لیے منتخب فرمایا۔ مرحوم ایک طرف یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باعث ان تمام کمالات کے جامع تھے جو مغربی تعلیم کا سرمایۂ افتخار سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف ایک صحیح الخیال اور راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم معقول و منقول میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا نقطۂ نظر قریب قریب مومنانہ ہے۔ اس کے علاوہ مرحوم ایک عظیم ریاست کے وزیر اعظم رہے ہیں اس لحاظ سے ان کے خیالات اپنے اندر تجربے اور کارکردگی کا وزن بھی رکھتے ہیں۔

۱۹۰۸ء کے انقلاب ٹرکی کے بعد ترکوں میں بھی اسی طرح اختلاف رائے پیدا ہو گیا جس طرح آج پاکستان میں ہے۔ ایک جماعت جدید الخیال لوگوں کی طرح ٹرکی کو مغرب کے نقش قدم پر کورانہ لے جانا چاہتی تھی مگر دوسری جماعت اس کو دینِ حق کا پابند دیکھنے کی متمنی تھی۔ پرنس سعید حلیم پاشا مؤخر الذکر جماعت کے گل سرسبد تھے۔ مضمون زیر بحث مرحوم کی انہی کوششوں کی ایک کڑی ہے۔

اصل مضمون فرانسیسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ فرانسیسی زبان سے اسے جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال رحمۃ اللہ علیہ سابق مدیر ممبئی کرانیکل و رکن محکمہ تعلیمات حیدر آباد دکن اور مترجم قرآن حکیم نے اسے انگریزی کا جامہ پہنایا، اور انگریزی سے مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی نے اسے اُردو میں منتقل کیا۔ مولانا محمد علی ایم۔ اے ڈکینٹب نے ایک فاضلانہ مقدمہ اور جگہ جگہ وضاحتی نوٹس لکھ کر اس کی افادیت کو اور بھی بڑھا دیا ہے

فاضل مصنف سب سے پہلے اہلِ مغرب اور بعض مغرب زدہ مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دُور کرتے ہیں کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح خدا اور انسان کے درمیان ایک پرائیویٹ رشتہ ہے اس لیے اگر ہم اسلام کا احیاء چاہتے ہیں تو ہمیں پُورے نظامِ زندگی کو بیخ وبُن سے اکھاڑ کر اسے خالص اسلامی بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:۔

"مسلمانوں کی بیداری سے جو مسرت مجھے حاصل ہوتی ہے وہ افسوس سے بدل جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے اکثر سرکردہ لیڈر اپنے ملکوں میں اسی نظام کے رائج کرنے پرتُلے ہوئے ہیں جو اہلِ مغرب کی بھونڈی نقالی سے زیادہ نہیں اور وہ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ مغربی دنیا کے تخیلات اور طریقِ کار کو اختیار کیے بغیر ہمارے احیا کی اور کوئی سبیل نہیں ہو سکتی۔ مسلم اربابِ فکر کی یہ ذہنی کیفیت مجھے نہایت ہی شاق گذرتی ہے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرات اس کھلی ہوئی حقیقت کا بھی ادراک نہیں کر سکتے کہ دینِ اسلام نے خدائے واحد سبحانہٗ کی عبادت کے ساتھ ساتھ ہمیں اخلاق و معاشرت کے اصول کا ایک مکمل دستور العمل ایک کامل نظامِ حیات بھی عطا فرمایا ہے اور یہ دونوں اس درجہ لازم و ملزوم ہیں کہ ہم ایک کو ترک اور دوسرے کو اختیار نہیں کر سکتے۔" (ص ۶۶-۶۷)

پھر فاضل مصنف نے دنیائے اسلام کو تقلیدِ مغرب کے خطرناک نتائج سے بھی اچھی طرح آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"تفریح یا تقلیدِ مغرب سے کبھی فائدے کی امید رکھنا خطرناک مغالطہ ہے۔ اور محض اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ حامیانِ مغرب کا تخیل ناقص ہے اور وہ ان مسائل سے جو اسلامی دنیا کے واسطے حد درجہ اہم ہیں۔ پوری طرح سے واقف نہیں۔"

نقالی یوں تو فرد کے لیے بھی سخت مہلک ہے مگر اجتماعی زندگی میں اس کی تباہ کاریاں بالکل ناقابل بیان ہیں۔ ہر عہد دنیا کی تمام اقوام کے سامنے چند تقاضے پیش کرتا ہے۔ جو قومیں ان کو کامیابی سے

پورا کر دیتی ہیں وہی دنیا میں کامیاب و کامران ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام تقلید سے سر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ان سے وہی قومیں کامیابی سے عہدہ برا ہو سکتی ہیں جو اپنی مخصوص تہذیبی روح سے کام لے کر ان کو پورا کرتی ہیں۔ تقلید سے قوموں کی صلاحیتیں ابھرتی نہیں بلکہ افسردہ ہوتی ہیں۔ وہ ترقی کرنے کی بجائے آغوشِ تنزل میں دم توڑنا شروع کر دیتی ہیں۔

ہمیں فاضل مصنف کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف ہے کہ وہ مرض جس میں اسلامی دنیا مبتلا ہے قوانین طبیعی سے مسلمانوں کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ جہالت انہیں فطرت کی نعمتوں سے محروم اور دنیاوی عسرت و افلاس میں مبتلا رکھتی ہے اور ان کی سیاسی آزادی کی جڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ اصل میں اس طرزِ فکر میں ایک بنیادی کمزوری پائی جاتی ہے۔ عرصہ سے مسلمانوں کو یہی سبق دیا جاتا رہا ہے کہ تمہیں اگر دنیا کی خوشحالی مطلوب ہے تو تمہیں یورپ کے علومِ طبیعی کو حاصل کرنا چاہیے۔ یہ بات مختلف طریقوں سے مختلف لوگوں کی زبانی دہرائی گئی مگر آج ہمیں یہ الفاظ اسلام کی تین مقتدر ہستیوں، پرنس حلیم پاشا مرحوم و مغفور، مرحوم اقبال اور مولانا محمد علی کی زبانی سن کر سخت حیرت ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے زوال کو علومِ طبیعی سے غفلت پر محمول کرنا حالات کا نہایت ہی سطحی تجزیہ ہے جو ان حضرات کے شایانِ شان نہیں۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم ایک مخصوص آئیڈیل اور نصب العین کے پرستار کی حیثیت سے دنیا میں اٹھتی ہے تو پھر اس کے اندر دنیا میں پھیل جانے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہ تڑپ اسے جدوجہد پر ابھارتی ہے۔ اور قوم اپنے آپ کو مستحکم کر کے اپنے دائرہ اثر کو وسیع کرتی ہے۔ ظاہر ہے یہ سارے کام صرف مقدس آرزوؤں سے ہی پورے نہیں ہوتے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر زندہ اور ترقی کرنے والی قوم کائنات کی چھپی ہوئی قوتوں کا کھوج لگا کر انہیں مسخر کرے اور پھر انہیں کام میں لائے۔ اس طرح طبیعیات کے قوانین از خود اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ مسلمان جب تک صحیح معنوں میں مسلمان رہے، جب تک اسلام کی محبت ان کے دلوں کو گرماتی رہی، وہ برابر اس کوشش میں رہے کہ اس سے نہ صرف خود فائدہ اٹھائیں بلکہ ساری دنیا کو فیضیاب کریں۔ اسی مقصد کی لگن ان کے اندر سعی و طلب کا

ولولہ پیدا کرتی رہی اور اسی کی بے پناہ قوت سے انہوں نے فطرت کے بڑے راز ہائے سربستہ معلوم کیے اور پھر اُن سے پورا پورا فائدہ بھی اٹھایا۔ مگر جب اسلام کی محبت سے اُس کے سینے خالی ہو گئے۔ جب اسلام کا عشق اُن کے دلوں سے مٹ گیا تو نشوونما رک گئی اور اُن پر انحطاط طاری ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے سوچنا اور غور کرنا چھوڑ دیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علومِ طبیعی کو حاصل کرنے میں بھی اُن کی کوششیں سرد پڑ گئیں۔ آج اگر ہم مفلس اور غریب ہیں، آج اگر ہم ذلیل اور خوار ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم علومِ طبیعی سے ناواقف ہیں بلکہ ان سب کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم اپنے اصل مقصد کو بھول چکے ہیں۔

اس کتاب کے مقدمہ میں مولانا محمد علی صاحب قصوری نے مرحوم مولانا عبید اللہ صاحب سندھی اور سٹالن کی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ ہم نے روس میں سٹالن کے سامنے اسلام پیش کیا اور بتلایا کہ اسلام کمیونزم سے دنیا کی معاشی اور سیاسی مشکلات کا بہتر حل پیش کرتا ہے۔ تو اس نے تھوڑے سے سکوت کے بعد کہا کہ مولانا! ممکن ہے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں صحیح ہو لیکن کیا آپ مجھے فی زمانہ ایک چپہ بھر زمین کا بھی پتہ دے سکتے ہیں جہاں قرآن و سنت کا تجویز کردہ نظام رائج ہو۔ مولانا نے اشکبار آنکھوں سے فرمایا کہ اس کے جواب میں ہمیں خاموش ہونا پڑا۔"

مولانا محمد علی صاحب نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ دوسرے فقرے میں فرما دیا کہ اسٹالن کا اعتراض درحقیقت بالکل بجا ہے۔ اگر یہ اعتراف محض مسلمان کو اُن کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لیے ہے تب تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر مولانا سے ہمیں توقع تھی کہ وہ ایسے جذباتی فقروں سے متاثر ہوئے بغیر اس اعتراض کا پوری طرح تجزیہ کر کے بتاتے کہ اس میں کونسی خامی ہے۔ مگر افسوس کہ وہ مولانا عبید اللہ کے ساتھ ہی جذبات کی رَو میں بہہ گئے۔ وہ بجا طور پر کہہ سکتے تھے کہ یہ سچ ہے کہ اس وقت ایک چپہ بھر زمین کا بھی ایسا نہیں ہے جہاں قرآن و سنت کا تجویز کردہ نظام رائج ہو لیکن کیا مارکس کا تجویز کردہ نظام دنیا میں کہیں بھی رائج تھا جب لینن نے روس میں اس کا تجربہ شروع کیا! اس الزامی جواب کے مقابلے میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ تم ایک ایسے نظام کا تجربہ کر رہے ہو جو اس سے

پہلے کہیں بھی رائج نہیں ہوا۔ اور میں تمہیں ایک ایسے نظام کی دعوت دیتا ہوں جو عملاً اس دنیا میں قائم ہو چکا ہے اور اس سے بہترین نتائج برآمد ہو چکے ہیں۔ تم ایک ایسے داعی کی دعوت کا تجربہ کر رہے ہو جس کے مفکورے کا بنیادی نظریہ ہی غلط ثابت ہوا ہے ۔۔ اُس نے کہا تھا کہ اشتمالی انقلاب ترقی یافتہ صنعتی ممالک میں برپا ہو گا حالانکہ وہ ایک بنجر زرعی ملک میں محض اتفاقاً برپا ہو گیا اور ترقی یافتہ صنعتی ممالک میں اس کے برپا ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے ۔۔ اور میں جس داعی کے نظامِ حیات کی طرف تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں تاریخ شاہد ہے کہ اس کا کوئی مفکورہ اور کوئی تصور غلط ثابت نہیں ہوا بلکہ اس نے تقاوداً بھی جو بات کہی وہ بھی لفظ بلفظ صحیح ثابت ہوئی۔

ان سب باتوں کے باوجود کتاب میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جن پر ہمیں نہایت ہی ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے۔ ہمیں جو شکایت ہے وہ صرف یہ کہ اسلام کے ایسے بلند پایہ مفکرین سے ہمیں حالات کے زیادہ گہرے تجزیہ کی توقع تھی۔

کتابت اور طباعت کا معیار بلند نہیں۔

نہایت ضروری اعلان بسلسلہ تفہیم القرآن

گذشتہ شمارۂ ترجمان القرآن میں سنگسازی اور طباعت میں بے احتیاطی کے باعث بہت سے حروف غلط ملط ہو کر رہ گئے جو دراصل یوں ہونے چاہئیں تھے۔

مقررہ ہدیہ :- قسم اول ۲۰/۱۲/۰ قسم دوم ۱۸/۴/۰ قسم سوم ۱۱/۰/۰ (قسم اول اور دوم میں گتہ نہ ملنے کی وجہ سے بکس کی قیمت ۴ر کم کر کے فرمائش کی تعمیل ہو گی۔ بکس تیار ہونے پر حسب سابق بکس کی قیمت وصول کی جائیگی)

قسم اول خصوصی جلد ۲۲/۱۲/- ، ۲۴/۱۲/- مطلا سنہری کنارہ ۳۱/۰/۰ - جلد و سنہری کنارہ ۳۳/۰/۰

قسم دوم خصوصی جلد ۱۹/۴/- ، ۲۲/۱۲/- مطلا سنہری کنارہ ۲۹/۰/۰ - جلد و سنہری کنارہ ۳۱/۰/۰

قسم سوم خصوصی جلد ۱۱/۸/۰ ، ۱۲/۸/۰ - ۱۳/۴/۰ - علاوہ خرچہ ڈاک وغیرہ ۱/۴/۰

تفہیم القرآن حاصل کرنے کے لیے :- ناظم مکتبۂ تعمیرِ انسانیت۔ گجر گلی موچی دروازہ لاہور کو لکھیے۔